Al-Azhār

Volume 10, Issue 01 (Jan-June, 2024)

ISSN (Print): 2519-6707

Issue: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/issue/view/13

URL https://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/article/view/515

Article DOI: https://zenodo.org/badge/10.5281/zenodo.13293065

Title An Analytical Study of the Academic and Practical Life of Fatawa Ahle Hadith By Hafiz Abdullah Muhaddis Ropri

Author (s): Hafiz Abdullah,Muhammad Shahab,Abdulllah

Received on: 26 January, 2024

Accepted on: 27 March, 2024

Published on: 25 June, 2024

Citation: Hafiz Abdullah,Muhammad shahab,Abdulllah ""An Analytical Study of the Academic and Practical Life of Fatawa Ahle Hadith By Hafiz Abdullah Muhaddis Ropri " Al-Azhār: vol.10 Issue No.1, (2024):101-115

Publisher: The University of Agriculture Peshawar

DRJI

Masader

ALMANHAL

Crossref

EBSCO

Click here for more

فتاویٰ اہل حدیث از حافظ عبداللہ محدث روپڑی کی علمی و عملی زندگی کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Academic and Practical Life of Fatawa Ahle Hadith By Hafiz Abdullah Muhaddis Ropri

**Hafiz Abdullah*
***Muhammad shahab*
****Abdulllah*

Abstract:

Hafiz Abdullah Ropri is counted among the great scholars of the Indian subcontinent in the 14th century Hijri. He gained fame as a Quranic interpreter, contemporary scholar, mujtahid of his time, eminent teacher, and a renowned Islamic jurist. Due to his knowledge of Hadith and services related to Hadith, he is remembered as the scholar Ropri. Hafiz Abdullah Ropri himself was a diligent scholar who had a deep understanding of Sharia issues. He wanted to keep the door of ijtihad open for Muslims so that they could easily face all challenges and guide the ummah for the future. However, for a mujtahid, it is essential to have complete access to the Quran, Hadith, Arabic grammar, principles of interpretation, and principles of jurisprudence. Hafiz Abdullah Ropri's expertise in Islamic sciences is rooted in thorough research, a profound understanding of the sources of Sharia, and an awareness of the opinions of early scholars.

Keywords:

Abdullah Ropri, Hafiz Abdullah, Abdullah, Muhaddis, Fatawa Ahle-Hadees, Ropri Family.

**Sheikh Zayed Islamic Centre Punjab University, Lahore*
***Ph.D. Scholar, Department of Islamic Theology Islamia Collage University Peshawar*
****M.Phil scholar, Dept. of Islamic Theology, ICU Peshawar*

حافظ عبداللہ روپڑی کا شمار چودھویں صدی ہجری کے برصغیر کے اکابر علماء کرام میں ہوتا ہے آپ نے مفسر قرآن، محدث زمان، مجتہد العصر، عظیم مدرس اور ایک نامور مفتی اسلام کی حیثیت سے شہرت حاصل کی ہے آپ کو علم حدیث اور خدمات حدیث کی وجہ سے محدث روپڑی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حافظ عبداللہ روپڑی خود ایک بہت بڑے مجتہد عالم باعمل ہیں اور شریعت کے مسائل پر ان کی گہری نظر ہے وہ اجتہاد کا دروازہ مسلمانوں کے لیے کھلا رکھنا چاہتے ہیں تاکہ مسلمان مستقبل کے لیے تمام چیلنجز کا آسانی کے ساتھ مقابلہ کر سکیں اور امت کی راہنمائی کر سکیں لیکن مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن و حدیث، عربی قواعد، اصول تفسیر، اصول فقہ و حدیث پر مکمل دسترس رکھتا ہو۔ کیونکہ ان تمام صفات سے وہ خود بھی متصف تھے۔ مسائل کے بارے میں فتاویٰ دیتے ہوئے وہ عربی قواعد اور قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لیے لازمی تمام اصول کو مد نظر رکھ کر فتویٰ دیتے تھے۔ حافظ عبداللہ روپڑی کی علوم شرعیہ میں رسوخ، مصادر شریعت پر گہری نظر اور علماء سلف کی آراء سے مکمل آگاہی کا یہی مرہون منت ہے

1. محدث روپڑی کے حالاتِ زندگی:

برصغیر پاک و ہند میں جن خاندانوں کو ان کی دینی، علمی اور تبلیغی مساعی کے باعث شہرت عام اور بقائے دوام کا مرتبہ حاصل ہے۔ ان میں بیسویں صدی کے روپڑی خاندان کو ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ یہ خاندان اہلحدیث مسلک سے تعلق رکھتا ہے۔ روپڑیؒ خاندان میں علم و دعوت اور فکر و تحقیق کے اعتبار سے سب سے نمایاں شخصیت حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کی ہے۔ حضرت العلامۃ حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کا شمار چودھویں صدی ہجری کے برصغیر کے اکابر علماء کرام میں ہوتا ہے۔ آپ نے مفسر قرآن، محدث زمان، مجتہد العصر، عظیم مدرس اور ایک نامور مفتی اسلام کی حیثیت سے شہرت حاصل کی۔ آپ کو علم حدیث اور خدمات حدیث کی وجہ سے 'محدث روپڑیؒ' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے آپ ایک بلند پایہ عالم، مورخ، مفتی، مفسر، محقق اور محدث تھے، تفسیر و حدیث میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور مسائل کی تحقیق میں برصغیر میں آپ کے مثل کوئی عالم پیدا نہیں ہوا۔[(1)]
آپ 1304ھ کو کمیرپور، ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے۔ مختلف مدارس سے علوم عالیہ و آلیہ حاصل کئے، فلسفہ و منطق کے علوم بھی ائمہ فن سے پڑھے اور جلد ہی اپنی ذہانت و فراست، فہم قرآن و حدیث کی بناء پر ہندوستان بھر میں مشہور ہو گئے۔ حافظ عبداللہ روپڑیؒ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ جس موضوع پر قلم اٹھاتے، دلائل کا

انبار لگادیتے۔ آپ نے بہت سی کتابیں عصری مسائل کے حل کے لئے بھی تصنیف کیں اور کئی کتابیں مختلف غلط رسوم ورواج کی اصلاح کے ضمن میں لکھیں۔ علاوہ ازیں آپ فتویٰ دینے میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ کے فتاویٰ کو ہندوستان بھر میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ سعودی عرب کے بانی شاہ عبدالعزیز مرحومؒ اکثر مسائل کے بارے میں حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ سے رابطہ کرتے۔ جب بھی آپ سعودی عرب جاتے، شاہی مہمان ہوا کرتے تھے۔ آپ کو عربی گرائمر میں نہ صرف خصوصی مہارت حاصل تھی بلکہ بقول حافظ محمد گوندلویؒ 'امامت' کا درجہ حاصل تھا۔ بڑے بڑے علماء کی صرفی ونحوی اصلاح فرماتے۔ اس ضمن میں آپ کی عربی تالیف 'الکتاب المستطاب' بطور مثال پیش کی جاسکتی ہے۔ اب ہم حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کا خاندانی تعارف پیش کرتے ہیں۔

2۔ آباؤاجداد

روپڑیؒ خاندان غیر منقسم ہندوستان کے قصبہ روپڑ، ضلع انبالہ حال ضلع روپڑ کی نسبت سے مشہور ہے۔ لیکن اس کے اکابر اصل میں ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ کے مکین تھے۔ بہت عرصہ قبل وہاں سے بوجوہ نقل مکانی کرکے انہوں نے اپنے ڈیرے کمیر پور تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر لگادیئے۔ ان کی زمینداری بھی وہیں رہی اس لئے علمی دنیا میں ان کا پہلا تعارف کمیر پور کے حوالے سے ہوا۔ چونکہ ان کا علمی پھیلاؤ ضلع روپڑ اور امرتسر شہر میں بھی خاصا رہا اس لئے ان میں بہت سے حضرات امرتسری بھی کہلاتے رہے۔[2] حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کے صاحبزادے حافظ مسعود روپڑیؒ بیان کرتے ہیں: ''محدث روپڑیؒ کے آباؤاجداد تحریک مجاہدین کی امداد وتعاون کی وجہ سے سکھوں اور انگریزوں سے برسرپیکار رہے، تحریک مجاہدین کے دور انحطاط میں انہیں حالات کی ناسازگاری کی بناپر اپنے آبائی مقام سے ہجرت کرنا پڑی۔ جیسا کہ بہت سے مجاہدین کو اپنے اپنے امدادی مراکز سے نکلنا پڑا۔ گوجرانوالہ کے نواح میں مجاہدین کے کئی ایک مراکز تھے جن میں وزیرآباد، ایمن آباد اور قاضی کوٹ وغیرہ اہم مقامات تھے۔ محدث روپڑیؒ کے آباؤاجداد کو ایمن آباد، جو کہ مجاہدین کا ایک مرکز تھا، سے ہجرت کرکے اجنالہ ضلع امرتسر کے نواح میں آنا پڑا جہاں آپ کے دادا کے دو بزرگوں یعنی دو بھائیوں امیر علی اور کبیر کے نام پر موجودہ کمیر پور آباد کیا گیا۔[3] اس کا کل رقبہ پانچ صد ایکڑ ہے۔ اس میں ایک ہی برادری کے لوگ آباد ہیں۔'' محدث روپڑیؒ کے والد محترم میاں روشن دین ابتدائی جوانی کے بعد اکثر علماء کی صحبت میں رہتے، اس وجہ سے ان کو علم دین پڑھنے کا شوق پیدا ہوا اور یہ شوق جنون کی حد تک بڑھ گیا۔ چنانچہ انہوں نے زمین کے علاوہ گھر

کا تمام اثاثہ فروخت کر دیا اور اپنی بیوی کو بھی طلاق دے دی۔ تعلیم کے لئے حافظ محمد لکھوی مرحوم کے پاس پہنچ گئے۔ جب حافظ صاحب لکھوی کو معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ پہلے رجوع کرو اور پھر پڑھو، چنانچہ میاں روشن دین حافظ صاحب کی ہدایت پر کمیر پور واپس آئے، رجوع کیا، دوبارہ لکھوکی چلے گئے۔ یہ واقعہ 1301ھ کا ہے۔[4] میاں روشن دین کی اولاد سات بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ سب سے بڑے رکن الدین، ان سے چھوٹے رحیم بخش، ان سے چھوٹے 'محدث روپڑی' ان سے چھوٹے عبدالواحد، ان سے چھوٹے عبدالقادر اور ان سے چھوٹی فاطمہ، اس سے چھوٹے حافظ محمد حسین اور ان سے چھوٹے حافظ عبدالرحمن ہیں۔ ان سب کی پیدائش 1197ھ اور 1316ھ کے درمیان ہے۔ ہر ایک کی پیدائش میں اڑھائی برس کا فرق ہے، البتہ حضرت محدث روپڑیؒ اور میاں عبدالواحد کی پیدائش میں تین برس کا فرق ہے۔[5]

.3 ولادت اور نام و نسب

حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کی ولادت باسعادت 1304ھ بمطابق 1887ء کو موضع کمیر پور تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر میں ہوئی۔[6]

آپ کا نام عبداللہ، باپ کا نام روشن دین تھا اور بڑا بیٹا احمد ہے اس نام کی وجہ سے کنیت ابو احمد ہے۔[7]

.4 تعلیم و تربیت

حافظ صاحب کے والد ماجد میاں روشن دین کو جہاں خود تعلیم حاصل کرنے کا شوق تھا، وہاں آپ کی یہ بھی انتہائی تمنا رہی کہ سب کی سب اولاد بھی عالم دین اور خادم دین ہو، اس خواہش کی تکمیل کی خاطر آپ نے کئی مرتبہ ہجرت کی مگر کمیر پور میں زمین اس قدر نہ تھی کہ پٹہ پر دے کر اس کی آمدنی اہل و عیال کے لئے کافی ہوتی اور بے نیاز ہو کر اولاد کو تحصیل علم کے لئے مصروف کر دیتے، اس لئے کمیر پور کی سکونت ترک کر دی اور بچوں سمیت بار کے علاقہ میں آ گئے۔ ایک سال 'چھانگا مانگا' قیام کیا اور اپنے بڑے بیٹے حافظ رکن الدین کو علم کے لئے 'ججہ کلاں' میں مولوی عبدالرحمن کے پاس چھوڑ دیا اور خود چھانگا مانگا کے قریب 'ڈوبہ' گاؤں میں سکونت اختیار کی۔ وہاں عبداللہ نامی ایک عالم دین تھے ان سے باقی تین بیٹوں رحیم بخش، محدث روپڑیؒ اور میاں عبدالواحد نے قرآن مجید پڑھا۔ حضرت محدث روپڑیؒ نے یہاں 'سورہ بقرہ' بھی حفظ کی۔ موضع 'ڈوبہ' میں تین سال قیام کیا پھر موضع 'تیرتھ' میں ٹھہرے۔ ایک سال وہاں رہے اس کے بعد موضع 'ماجرہ' میں آباد ہوئے۔ لیکن ان

دیہات میں زمین کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہ ہو سکا اور واپس اپنے آبائی وطن کمیر پور آ گئے۔[8] اس زمانہ میں پنجاب میں اہل حدیث مسلک کے دو ہی مشہور مدارس تھے: ایک ضلع فیروز پور کے موضع لکھوکے میں اور دوسرا امرتسر میں 'مدرسہ غزنویہ سلفیہ' تھا۔اس وقت ان مدارس کی شہرت کی حدود پنجاب سے نکل کر ہندوستان کے دور دراز کے علاقوں تک پہنچ گئی تھی اور تشنگان علوم کثرت کے ساتھ ان مدارس کا رخ کر رہے تھے۔جس شخص کو ان مدارس کے اساتذہ سے استفادہ کا موقع نہیں ملتا تھا اسے علم دین میں پختہ نہیں سمجھا جاتا تھا۔ان مدارس کی دینی حیثیت کا اندازہ شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد عبدہ الفلاحؒ کی اس تحریر سے بھی ہوتا ہے: ''پنجاب میں اہل حدیث کے یہ دو مدرسے تھے جن میں جماعت اہلحدیث کو فیض پہنچ رہا تھا اور طلبہ زیادہ تر انہی دو مدرسوں میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔راقم الحروف باوجود انتہائی خواہش اور آرزو کے ان دونوں مدرسوں سے فیض حاصل کرنے سے محروم رہا۔نہ لکھوکے جا کر صرف و نحو کا درس لے سکا اور نہ امرتسر پہنچ کر 'مدرسہ غزنویہ' سے روحانی فیض حاصل کرنے کا موقع ملا۔[9] تاہم حافظ عبداللہ روپڑیؒ کو ان مدارس کے جید اساتذہ سے مستفید ہونے کے مواقع میسر آئے۔''مولوی عبدالقادر لکھوکے سے صرف و نحو کی ابتدائی کتب پڑھیں وہاں سے فارغ ہوئے تو حافظ رکن الدین کے ساتھ سہارنپور چلے گئے۔حافظ رکن الدین آپ کے بڑے بھائی تھے۔آپ بھی تعلیم کے لئے ان کے ساتھ ہی رہے تھے وہاں ایک سال قیام کیا پھر میرٹھ روانہ ہوگئے اور آپ کو بھی ساتھ لے گئے۔میرٹھ میں 'نعمانیہ مدرسہ' تھا جو 'اونچی مسجد والا' کے نام سے مشہور اور معروف تھا،ایک سال وہاں تعلیم حاصل کی۔صرف میر، پنج گنج کتابیں وہاں پڑھیں۔مولوی رکن الدین دہلی چلے گئے اور آپ واپس گھر موضع ڈوبہ آ گئے۔اس علاقہ میں اراضی کا مستقل انتظام نہ ہوا تو میاں روشن دین واپس کمیر پور آ گئے اور آپ کو مدرسہ غزنویہ میں چھوڑ دیا۔[10] مدرسہ غزنویہ میں اس وقت 'امام عبدالجبار غزنوی' حدیث پڑھا رہے تھے۔جنہوں نے حدیث کی 'سند سید نذیر حسین صاحب دہلوی' سے حاصل کی تھی اور روحانی فیض اپنے والد ماجد امام عبداللہ غزنوی سے حاصل کیا تھا۔علاوہ ازیں مدرسہ غزنویہ میں فنون و فقہ کے لئے دوسرے مدرسین بھی تدریس کر رہے تھے۔جن میں مولوی معصوم علی ہزاروی اور مولوی محی الدین صاحب وغیرہ قابل ذکر ہیں۔[11] حافظ صاحب نے صرف 4 ماہ میں سورۃ بقرہ کے علاوہ باقی قرآن مجید حفظ کیا۔[12] مولوی معصوم علی سے نحو شرح جامی تک اور منطق قطبی تک پڑھی۔مولوی معصوم علی' ہزارہ 'کے باشندہ تھے۔نہایت نیک اور امام عبدالجبار کے

معتقد تھے۔ مولوی محی الدین، جو مذہباً حنفی تھے، ان سے مراح الارواح، زنجانی، فصول اکبری، شافعیہ وغیرہ کتب پڑھیں اور اسی مدرسہ میں فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اصول فقہ مولوی عبدالصمد سے پڑھی۔ مدرسہ نعمانیہ، امرتسر میں منطق فلسفہ کی بعض کتب وغیرہ پڑھیں۔ تفسیر و حدیث امام عبدالجبار سے اور حدیث کی بعض کتب مولوی عبدالاول سے پڑھیں۔ لیکن سند فراغت امام عبدالجبار سے حاصل کی۔[13] امام عبدالجبارؒ، حافظ عبداللہ محدث روپڑی صاحب پر بہت اعتماد کرتے۔ حضرت محدث روپڑیؒ نے اپنے بارے میں خود بیان فرمایا: "امام عبدالجبار نے جب مجھ میں قابل ترین استاد بننے کی صلاحیت دیکھی تو فرمایا کہ تم اس مدرسہ میں پڑھاؤ اور رشتہ کے لئے بھی پیش کش کی مگر مجھ پر علمی شوق غالب تھا اس لئے ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں نے دونوں کاموں سے انکار کر دیا اور عرض کیا کہ ابھی علمی تکمیل باقی ہے۔ امام عبدالجبار سے اجازت لے کر 1910ء میں دہلی آیا"[14] حضرت میاں صاحب مولانا سید نذیر حسین دہلوی میرے دہلی پہنچنے سے آٹھ سال پہلے وفات پا چکے تھے۔ میں 1328ھ مطابق 1910ء کو دہلی پہنچا اور ان کی وفات 1320ھ مطابق 1902ء کو ہوئی۔[15] لہٰذا حافظ عبداللہ محدث روپڑی نے منطق و فلسفہ کی تکمیل کے لئے حافظ عبداللہ غازی پوری کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور مولوی محمد اسحق منطقی دہلوی 1262ھ-1845ء سے "اقلیدس" منطق و فلسفہ اور بعض غیر نصابی کتب پڑھیں۔[16] اقلیدس کے چھ مقالے حفظ کئے۔[17] 1913ء کے آخری ایام میں امام عبدالجبار 1331ھ-1913ء وفات پا گئے۔ اس افسوسناک خبر سے آپ کو بے حد صدمہ ہوا، چنانچہ آپ اپنے ایک رسالہ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں: "میں نے دہلی میں تقریباً تین سال قیام کیا۔ 1913ء کے اخیر میں یکایک مولانا عبدالجبار غزنوی مرحوم کی خبر وفات پہنچی۔ چونکہ شروع سے میرے مربی وہی تھے۔ قریباً دس سال کی عمر میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، سات آٹھ سال ان کے پاس گزارے، ظاہری و باطنی فیوض پائے، دینیات کی تکمیل کر کے سند لی، ان کی جدائی کا صدمہ میرے لئے خصوصیت سے ناقابل برداشت تھا۔ رضا بالقضاء کا مسئلہ دل کی ڈھارس بنا اور طبیعت میں کچھ سکون پیدا ہوا لیکن جی اداس اداس رہتا۔ اس لئے طبیعت نے فیصلہ کیا کہ جلد واپس ہونا چاہیے۔ فنون کی کچھ کتابیں باقی تھیں۔ دہلی میں ان کی تکمیل جلد نہ ہو سکنے کی وجہ سے ریاست رام پور ہند چلا گیا۔"[18] وہاں پر ایک درس گاہ مدرسہ عالیہ کے نام سے قائم تھی جس کے ناظم نے آپ کو داخلہ دینے سے انکار کر دیا۔ تاہم ایک دلچسپ واقعہ کے بعد ناظم نے نہ صرف ان کو بطور طالب علم داخلہ دیا بلکہ ان کو وہاں پر مدرس مقرر کر دیا۔ یہ واقعہ آپ کے بیٹے محمد جاوید نے آپ کے حوالہ سے یوں بیان کیا ہے: ''جب میں داخلہ کے لئے ''مدرسہ عالیہ'' میں گیا تو ناظم نے داخلہ دینے سے انکار کر دیا۔ طلبہ موجود تھے۔ استاد کسی کام کے لئے چلے گئے۔ ان کے ہاتھ میں عربی زبان کا ایک مسودہ تھا، وہ

چھوڑ گئے۔ میں نے اٹھا کر دیکھا تو اس میں صرفی نحوی اغلاط تھیں۔ میں نے قلم سے نشاندہی کر کے مسودہ وہیں رکھ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد استاد صاحب تشریف لائے اور مسودہ اٹھا کر دیکھا تو اغلاط کی نشاندہی پر نظر پڑی۔ فرمایا کہ یہ نشان کس نے لگائے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ مسودہ کی اغلاط کی نشاندہی اس عاجز نے کی ہیں اور اغلاط کی وجہ بھی بیان کی۔ استاد محترم نے مدرسہ میں داخلہ دیتے ہوئے فرمایا کہ تم کو میں استاد اور شاگرد ہر دو حیثیت سے داخلہ دیتا ہوں۔ جو کتابیں تم پڑھ کر آئے ہو ان کے یہاں تم استاد ہو اور جو پڑھی نہیں ان میں تم شاگرد ہو۔"[19] اس مدرسہ میں ایک سال تعلیم پائی۔ مولوی فاضل اور درس نظامی کی دو اسناد فضیلت حاصل کیں۔[20] "مدرسہ عالیہ رامپور میں اس وقت مولوی محمد امین رامپوری اور فضل حق رامپوری 1358 ... 1278ھ مدرس تھے اور یہ دونوں منطق و فلسفہ میں بہت لائق اساتذہ مانے جاتے تھے۔[21] مولوی فضل حق رامپوری، مولانا عبد الحق رامپوری کے خلف تھے اور 'علوم حکمیہ' میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ انہوں نے 'علوم حکمیہ' مفتی لطف اللہ، علی گڑھ سے حاصل کئے تھے اور قدماء کی تالیفات مولوی ہدایت علی بریلوی سے اخذ کی تھیں اور "بریلی" کے مدرسہ عالیہ میں مدرس رہے تھے۔ پھر کچھ مدت مدرسہ عالیہ، رام پور میں درس دیتے رہے۔ اس اثناء میں منطق و فلسفہ علامہ عبد الحق بن فضل حق خیر آبادی سے پڑھا تھا اور مدرسہ سلیمانیہ، بھوپال پہنچ کر حدیث کی سند الشیخ المحدث حسین بن محسن انصاری سے حاصل کی تھی جبکہ حسین بن محسن کا سلسلہ سند 'امام شوکانیؒ' سے متصل ہو جاتا ہے اس لحاظ سے یہ سند عالی ہو جاتی ہے۔[22] مولوی فضل حق رامپوری دوبارہ صدر کی حیثیت سے مدرسہ عالیہ، رامپور آ جاتے ہیں تو حافظ عبد اللہ محدث روپڑی صاحب نے اسی زمانہ میں ان سے سند فراغت حاصل کی ہے۔ اس لحاظ سے حافظ عبد اللہ محدث روپڑی صاحب کی یہ سند 'حافظ عبد المنان وزیر آبادی' کے برابر ہو جاتی ہے اور آپ حضرت میاں صاحب شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین دہلوی کے براہ راست تلامذہ کے برابر ہو جاتے ہیں۔[23]

5 . اساتذۂ کرام

پروفیسر حافظ مسعود روپڑیؒ کے بقول حافظ عبد اللہ محدث روپڑیؒ فرماتے ہیں: مجھے تین شیوخ سے خاص شرف تلمذ حاصل ہے:

1. حضرت شیخ حسین بن محسن انصاری 1327ھ۔1909ء تلمیذ امام شوکانیؒ

2. مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری شاگرد رشید حضرت میاں نذیر حسین دہلوی

3. امام المتقین حضرت عبدالجبار غزنوی شاگرد رشید سید نذیر حسینؒ دہلوی۔[24]

مولانا عطاءاللہ حنیف بھوجیانیؒ نے آپ کے درج ذیل شیوخ کا ذکر کیا ہے:

1. حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی بن العارف باللہ مولانا عبداللہ غزنویؒ۔

2. مولانا فضل حق رامپوری (1358ھ۔1939ء

3. مولانا محمد اسحق منطقی دہلوی

4. استاذ پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی (1334ھ۔1916ء۔[25]

حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کے بھتیجے اور شاگرد حافظ عبدالرحمن مدنی استاذ الاساتذہ حافظ محمد گوندلوی کی ایک تقریر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں جو محدث گوندلوی نے ایک تقریب میں کہی تھی جس میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی (1388ھ۔1979ء بھی موجود تھے: ”حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کا اپنے ہمعصر علماء میں یہ امتیاز ہے کہ آپ نے ہر علم اس فن کے امام سے سیکھا ہے۔اس لئے آپ نے جتنے بھی علوم پڑھے خود بھی ان علوم میں امام بنے۔“ فکری اعتبار سے حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ جس استاد سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے وہ مولانا عبدالجبار غزنوی تھے۔خاندان غزنویہ کا تفسیر قرآن کے منہج کے حوالے سے مولانا ثناء اللہ امرتسری سے اختلاف تھا۔مولانا عبدالمجید سوہدریؒ مولانا امرتسریؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں: ”امرتسر کے خاندان غزنویہ سے آپکی چشمک رہتی تھی اور یہ شکررنجی ذاتیات سے متعلق نہ تھی۔چند تفسیری مسائل اسکا باعث تھے باوجودیکہ مولانا ابوالوفاء اور خاندان غزنویہ کا مسلک ایک تھا اور وہ دونوں ایک ہی لڑی کے موتی تھے۔“[26] مولانا امرتسری نے عربی زبان میں ایک تفسیر لکھی جس میں عربی زبان کے مہارت کی بنیاد پر قرآن کی تفسیر قرآن ہی سے کرنے کا التزام کیا اور بعض مقامات پر تفسیر کرتے ہوئے سلف کے طریق کار سے انحراف کیا۔اس وقت کے علماء مثلاً امام عبدالجبار غزنوی، مولانا عبدالواحد غزنوی، مولانا احمد اللہ امرتسریؒ اور دیگر معاصر علماء نے اس روش پر شدید احتجاج کیا۔حافظ عبدالقادر روپڑی لکھتے ہیں: ”تفسیر القرآن بکلام الرحمن کے مقامات مذکورہ بلاشبہ ایسے ہیں کہ فرق ضالہ کے خیالات کو تائید پہنچا سکتے ہیں اور اہلسنت اور اہلحدیث کے مخالف اس سے خوش ہوں اور عندالمقابلہ اس تفسیر سے تمسک کریں۔“[27] ان علماء نے مولانا امرتسریؒ کو ان کی اغلاط سے رجوع

کامشورہ دیا مگر یہ ناصحانہ مشورہ کار گر ثابت نہ ہوا حتیٰ کہ جماعت اہلحدیث اس معاملہ میں تفریق کا شکار ہو گئی۔حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ نے تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد سب سے پہلی جو کتاب تصنیف کی وہ سلف کے 'منہج تفسیر' پر تھی جس میں آپ نے مولانا امر تسری کی تفسیر کے بعض ان مقامات پر نقد بھی کیا جو سلف سے انحراف پر مشتمل تھے۔ مگر ان کی یہ سعی نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی اور مولانا اپنی اغلاط کی خود تصحیح نہ کرنے پر مصر رہے۔حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ اور مولانا امر تسری کے مابین یہ مسئلہ اتنا طول پکڑ گیا کہ اس معاملے پر جلالۃ الملک عبدالعزیز بن سعود کو ثالث بنایا گیا۔ان کے سامنے 'اربعین غزنویہ' کے نام سے محققین علماء کا ایک رسالہ پیش کیا گیا۔جس میں مولانا امر تسریؒ کی 40 اغلاط کا ذکر تھا۔[28] جلالۃ الملک نے فیصلہ حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کے حق میں دیا۔حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کے بقول سوالات کی صورت کچھ یوں تھی:

- صحیح تفسیر کا معیار کیا ہے؟
- کیا قواعد عربیہ کے ساتھ سلف کے خلاف تفسیر کر سکتے ہیں؟
- تفسیر سلف اور اجماع سلف حجت ہے یا نہیں اور ان کے اقوال کا کیا حکم ہے؟ کیا ان کی اتباع واجب ہے یا غیر واجب؟[29]

گوجرانوالہ کے 'مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ نے ثنائی ترجمہ قرآن مجید کا مقدمہ لکھتے ہوئے مولانا امر تسریؒ کی ان اغلاط کا ذکر فرمایا ہے:"انہی اغلاط کی بنا پر حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ، مولانا امر تسریؒ کو راہ راست سے برگشتہ تصور فرماتے تھے۔تاہم مولانا امر تسریؒ کی بے شمار جماعتی اور ملی خدمات ہیں جن کی بنا پر اہل اہلحدیث کیا پوری ملت اسلامیہ کو ان کی جلالت و عظمت کا اعتراف ہے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔" آمین

6. عملی زندگی کا آغاز

جب حافظ صاحب 1914ء میں اس مدرسہ سے فارغ ہوئے تو جماعت اہلحدیث روپڑ نے آپ کو روپڑ آنے کی دعوت دی۔ان دنوں روپڑ، ضلع انبالہ میں اہم قصبہ تھا۔نہر سرہند کے مرکزی بند کی وجہ سے اسے خاص شہرت حاصل تھی۔روپڑ میں اہلحدیث تحریک کے متعلق میاں عبدالرشید خانکلرک دفاتر نہر سرہند اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں:"1885ء کا ذکر ہے کہ یہاں کوئی مرد اہلحدیث نہ تھا۔سب سے پہلے نانا جی حاجی خلیفہ فضل الٰہیؒ نے

شرک وبدعت کارد شروع کیااوراس راہ میں ان کو نہایت تکالیف وشدائد کا سامنا کرنا پڑا۔تاہم مسلک اہلحدیث متعارف کرانے میں کامیاب ہوگئے۔انہوں نے یہ ہدایت 'شاہ شہید ' کی 'تقویۃ الایمان' کے مطالعہ سے حاصل کی تھی۔ پھر زیادہ شوق علم کے لئے امام عبداللہ غزنویؒ کی خدمت میں امر تسر چلے گئے تھے اور بیعت کرکے واپس آئے تھے۔"[30] حاجی خلیفہ صاحب دور دور سے علماء اہلحدیث کو بلواتے اور جلسے کرواتے اور پھر روپڑ ہی نہیں بلکہ علماء کو ارد گرد کے دیہات میں بھی لے جاتے اور تبلیغ ووعظ کرواتے۔اس طرح ارد گرد کے دیہات بھی مسلک اہلحدیث سے متعارف ہوگئے اور کئی گاؤں اہلحدیث بن گئے۔اس ضمن میں جناب مولانا محمد حسین بٹالوی(1256-1338ھ) خاص طور پر قابل ذکر ہیں وہ بمع عیال اکثر روپڑ آتے اور عرصہ تک قیام پذیر رہتے۔ بلکہ ایک مرتبہ انہوں نے روپڑ میں تدریس کا سلسلہ بھی شروع کردیا تھا۔روپڑ میں مسجد اہلحدیث، مسجد عالی کے نام سے مشہور تھی۔ ناناجی نے مولانا سید محمود علی شاہ ہزاروی م1317ھ کے ساتھ مل کر چندہ جمع کرکے اس مسجد کی توسیع بھی کروائی تھی اور میاں نور بخش کو اس کا خطیب مقرر کیا تھا۔[31] 1915ء میں حافظ عبداللہ روپڑیؒ کو، جو ابھی کلیتاً تعلیم سے فارغ نہیں ہوئے تھے۔ مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالوی کے ایماء پر روپڑ بلایا گیا آپ تشریف لے گئے تو انہوں نے وہاں اقامت کے لئے مجبور کیا مگر انہوں نے یہ فرمایا:"ابھی میں گھر نہیں پہنچا۔ والد صاحب سے مشورہ کرکے اظہار رائے کرسکوں گا جب میں گھر آیا تو جماعت اہلحدیث روپڑ کا ایک وفد والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا جس کی قیادت 'خلیفہ فضل الٰہی' کررہے تھے اور وفد نے آپ کے والد کو بے حد مجبور کیا۔ آخر کار انہوں نے اجازت دے دی اور آپ روپڑ تشریف لے آئے اور 1938ء تک وہیں قیام کیا۔"[32]

7. امر تسر میں اقامت

حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ نے بیان کیا کہ جب میری شادی امر تسر میں ہوئی تو اس وقت مولانا امر تسریؒ کے استاذ مولانا احمد اللہؒ نے مجھ سے کہا کہ آپ امر تسر آجائیں۔ میری زیر نگرانی تین مسجدیں [مسجد مبارک۔ مسجد قد سگلی ڈبگراں، مسجد باغ وال] ہیں۔ جو ہمارے خاندان کے مصارف سے تعمیر شدہ ہیں۔ان مساجد معہ ملحقہ جائیداد کا انتظام آپ سنبھالیں۔ چونکہ روپڑ میں قیام ہو چکا تھا اور قیام کا بھی ابتدائی زمانہ تھا، روپڑ کی سکونت ترک

کرنے اور امر تسر منتقل ہونے کو طبیعت نے پسند نہ کیا اور اسے بد عہدی کے مترادف شمار کیا چنانچہ مولانا احمد اللہؒ کی اس پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ تھوڑے عرصہ بعد مولانا احمد اللہ وفات پا گئے۔

1938ء میں جب حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ نے یہ دیکھا کہ روپڑ کی مسجد اور مدرسہ کا انتظام آپ کے بھتیجوں حافظ محمد اسماعیلؒ اور حافظ عبدالقادر نے سنبھال لیا ہے تو آپؒ نے مولانا احمد اللہ مرحوم کی تمنا کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ کر لیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ مسجد مبارک کے امام و خطیب مولانا عبداللہ پٹوی وفات پا گئے تھے اور مسجد خالی تھی۔ آپ امر تسر تشریف لے آئے اور مسجد مبارک کا مکمل انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا اور مسجد میں مدرسہ دارالحدیث جاری کیا۔ درس و تدریس اور خطابت و امامت کا یہ سلسلہ اگست 1947ء تک بدستور جاری رہا۔[33] قیام پاکستان کے اعلان کے وقت حضرت حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ جامع مسجد مبارک امر تسر میں اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے۔ تقسیم ملک کا اعلان ہو جانے کے باوجود حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ اعتکاف میں رہے۔ 15 اگست 1947ء مطابق 27 رمضان المبارک 1367ھ بروز جمعہ اس مسجد پر سکھوں اور ہندوؤں نے حملہ کر دیا۔ حملہ کی وجہ سے حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کی چار بیٹیاں رقیہ، سعیدہ، مریم اور عزیزہ اور ایک بیٹا حامد ان ظالموں کے ہاتھوں وہیں شہید ہو گئے۔[34]

8. قیامِ پاکستان کے موقع پر ہجرت

حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ تقسیم کے وقت امر تسر میں مقیم تھے اور محدث روپڑیؒ کے بیٹے حافظ مسعود احمد اور داماد حافظ عبدالقادر روپڑیؒ مع اہل و عیال روپڑ میں مقیم تھے۔ حافظ مسعود روپڑیؒ جب اپنی حویلی میں موجود تھے، کئی سو سکھوں نے ان کی حویلی پر حملہ کر دیا مگر وہ نصرت الٰہی سے کسی بڑے نقصان سے بچ گئے۔ حویلی میں چند ہی افراد تھے۔ انہوں نے کچھ بم سکھوں پر پھینکے اور سکھ بھاگ گئے۔ حافظ مسعود احمد بن محدث روپڑیؒ اور محدث روپڑیؒ کی اہلیہ، حافظ عبدالقادر، ان کی اہلیہ اور خاندان کے دیگر افراد، لٹتے پٹتے، بچتے بچاتے، بڑی مشکل سے لاہور پہنچے۔ حافظ مسعود احمدؒ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم لاہور پہنچے تو معلوم ہوا کہ حافظ محمد حسین برادر محدث روپڑی مع فیملی اور محدث روپڑیؒ اور ان کے بیٹے حافظ محمد جاوید اور حافظ خالد محمود اور حافظ اسماعیل برادر زادہ محدث روپڑیؒ بخیریت لاہور پہنچ گئے ہیں۔ لیکن کسی کو انکی ہجرت کے حالات کا علم نہیں ہے۔ تاہم ہجرت کے دوران حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کے خاندان کے 19 افراد شہید ہوئے۔[35]

9. لاہور میں قیام

1947ء میں ملک تقسیم ہوا۔ تبادلہ آبادی کی وجہ سے ترک وطن کرنا پڑا۔ پاکستان آکر علاقہ بھوپہ آصل زد پتوکی، روڈالہ روڈ(منڈی جڑانوالہ مختلف مقامات میں قیام ہوا مگر آپ نے ان تمام جگہوں کو اہم دینی و تبلیغی منصوبوں کے لئے ناپسند فرمایا۔ آخر لاہور چوک دالگراں میں 'جامع مسجد قدس اہل حدیث' کی بنیاد رکھی اور درس وتدریس کے علاوہ دینی و تبلیغی امور کیلئے اس مسجد کو مرکز قرار دیا۔ یہ سلسلہ سترہ برس تک آپ کی زیر نگرانی چلتا رہا۔[36]

10. وفات

چند یوم علیل رہ کر حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ بروز جمعرات بتاریخ 11 ربیع الثانی 1384ھ 20۔اگست 1964ء کو تقریباً اسی(80 برس کی بابرکت عمر پاکر لاہور میں انتقال فرماگئے اور گارڈن ٹاؤن کے قبرستان میں سپرد خاک کردیئے گئے۔[37]

11. حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کی اولاد

حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کی اولاد چار بیٹے اور سات بیٹیاں ہیں:

1. حافظ مسعود احمد (سیاستدان اور ٹیکنو کریٹ (اصل نام احمد ہے
2. حافظ محمد جاوید (بی ایس سی، البلاغ پریس چلارہے ہیں (اصل نام محمد ہے
3. حافظ خالد محمود (پروفیسر (اصل نام محمود ہے
4. حامد (قیام پاکستان کے وقت شہید ہوئے
5. رقیہ (قیام پاکستان کے وقت شہید ہوئیں
6. عائشہ (زوجہ مرحومہ، حافظ عبدالقادر روپڑیؒ، م1976ء
7. مریم (قیام پاکستان کے وقت شہید ہوئی
8. امۃ الغفار عرف خدیجہ (9،8 سال کی عمر میں تپ دق سے 19 نومبر 1938ء کو انتقال ہوا
9. امۃ العزیز عرف عزیزہ قیام پاکستان کے وقت شہید ہوئی
10. سعیدہ (قیام پاکستان کے وقت شہید ہوئی
11. فوزیہ (خود پروفیسر ہیں، ان کے خاوند ڈاکٹر جمشید وکیل ہیں

حوالہ جات

[1]۔ ماہنامہ 'محدث' لاہور،مارچ/اپریل1988ء،جلد18،عدد8/7: ص57

[2]۔ماہنامہ 'محدث'،لاہور، جنوری2000ء،جلد23عدد1: ص60

[3]۔ مسعود احمد روپڑی، مشاہیر الاسلام،لاہور، مکتبہ البلاغ،1944ء،1/ 238

[4]۔ محمد صدیق بن عبد العزیز، محدث روپڑیؒ اور ان کے خاندان کے مختصر حالا تملحق بہ فتاویٰ اہلحدیث،(سرگودھا،ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ، 1973ء،12/1

[5]۔ایضاً،ص:13

[6]۔ محمد اسحاق بھٹی، بزم ارجمنداں،(لاہور، مکتبہ قدوسیہ،1999ء،ص:267

[7]۔ عبد القادر روپڑی، حافظ عبد اللہ محدث روپڑی،(سرگودھا،ادارۃ احیاء السنۃ النبویۃ،1977ء،ص:5

[8]۔ محدث روپڑیؒ اور ان کے خاندان کے مختصر حالا تملحق بہ فتاویٰ اہلحدیث:13،12/1

[9]۔ماہنامہ 'محدث'لاہور،اگست1993ء،جلد23،عدد4،ص:159۔160

[10]۔ محدث روپڑیؒ اور ان کے خاندان کے مختصر حالا تملحق بہ فتاویٰ اہلحدیث،16/1

[11]۔ماہنامہ 'محدث'،لاہور،اگست1993ء:ص:160

[12]۔ہفت روزہ' تنظیم اہلحدیث'،28/21اگست1964ء،جلد17،شمارہ5،6، ص:3

[13]۔ محدث روپڑیؒ اور ان کے خاندان کے مختصر حالا تملحق بہ فتاویٰ اہلحدیث،1/ 16

[14]۔ محدث روپڑیؒ اور ان کے خاندان کے مختصر حالا تملحق بہ فتاویٰ اہلحدیث،ص:17

[15]۔ محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مختصر حالات حافظ عبد اللہ روپڑ یملحق بہ اہلحدیث کے امتیازی مسائل،(ساہیوال، مکتبہ دار الحدیث، 1972ء،ص:11

[16]۔ماہنامہ 'محدث'لاہور،اگست1993ء،ص:160

[17]۔ محدث روپڑیؒ اور ان کے خاندان کے مختصر حالا تملحق بہ فتاویٰ اہلحدیث،1/ 17

[18]۔ محدث روپڑی، حافظ عبد اللہ، دیباچہ ارسال الیدین بعد الرکوع،لاہور، مکتبہ تنظیم اہلحدیث،1963ء،ص:3،4

[19]۔ محدث روپڑیؒ اور ان کے خاندان کے مختصر حالا تملحق بہ فتاویٰ اہلحدیث،1/ 17

[20]۔ ایضاً

[21]۔ماہنامہ 'محدث'لاہور،اگست1993ء:ص:160۔161

[22]۔ایضاً:ص:161

[23]۔ایضاً

[24]۔مشاہیر الاسلام:240/1

[25]۔ محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مختصر حالات حافظ عبد اللہ روپڑ یملحق بہ حکومت اور علماء ربانیلاہور، مکتبہ نذیریہ، ص:79

26)۔ عبدالمجید سوہدروی، سوانح حیات مولانا ثناءاللہ امر تسری،(لاہور، مکتبہ ءقدوسیتہ،1989ء، ص:286

27)۔ کمیر پوری، عبدالقادر روپڑی، مظالم ثنائی بر کلام الٰہی، امر تسر، آفتاب برقی پریس، ص:7

28)۔ ہفت روزہ 'تنظیم اہلحدیث'، یکم جون 1933ء، جلد2، نمبر7: ص:5

29)۔ ہفت روزہ 'تنظیم اہلحدیث'، 15 ستمبر 1933ء، جلد2، نمبر14، ص:3

30)۔ ماہنامہ 'محدث' لاہور، اگست 1993ء: ص:161۔162

31)۔ ایضاً، ص:162

32)۔ محدث روپڑیؒ اور ان کے خاندان کے مختصر حالات ملحق بہ فتاویٰ اہلحدیث، 1/ 18

33)۔ محدث روپڑیؒ اور ان کے خاندان کے مختصر حالات ملحق بہ فتاویٰ اہلحدیث، 1/ 20

34)۔ ایضاً: ص:16

35)۔ مشاہیر الاسلام، 1/274۔275

36)۔ محدث روپڑیؒ اور ان کے خاندان کے مختصر حالات ملحق بہ فتاویٰ اہلحدیث، 1/ 20

37)۔ مختصر حالات حافظ عبداللہ روپڑیؒ ملحق بہ حکومت اور علماء ربانی، ص:80

References

1. Monthly "Muhadith" Lahore, March/April 1988, Volume 18, Number 7/8: P.57
2. Monthly magazine 'Muhadith', Lahore, January 2000, Volume 23 Number 1: P.60
3. Masood Ahmad Ropari, Mashahir al-Islam, Lahore, Muktaba-ul-Balagh, 1944, 1/238
4. Muhammad Siddiq Bin Abdul Aziz, Brief Circumstances of Muhaddith Rupri and His FamilyAppendix to Fatawa Ahl al-Hadith, Sargodha, Ihya Sunnah Al-Nabawiyyah Institute, 1973, 1/12
5. Also, p: 13
6. Muhammad Ishaq Bhatti, Bizm Arjumandan,Lahore, Maktaba Qudusia, 1999, p.267
7. Abdul Qadir Ropari, Hafiz Abdullah Muhaddith Ropari,Sargodha, Adarat Ihya Sunnat al-Nabawiyyah, 1977, p.5
8. Brief circumstances of Muhaddith Ropri and his family attached to the fatwa of Ahl al-Hadith: 1/12, 13
9. Monthly "Muhadith" Lahore, August 1993, volume 23, number 4, page 159. 160
10. Brief circumstances of Muhaddith Ropri and his family attached to Fatawa Ahl al-Hadith, 1/16
11. Monthly "Muhadith", Lahore, August 1993: p: 160
12. Weekly "Organization of Ahl Hadith", 21/28 August 1964, Volume 17, Issue 5/6, P:3
13. Brief circumstances of Muhaddith Ropri and his family attached to the fatwa of Ahl al-Hadith, 1/16
14. Brief circumstances of Muhaddith Ropri and his family attached to the fatwa of Ahl al-Hadith, p. 17

15. Muhammad Ataullah Hanif Bhojiani, Brief Situations of Hafiz Abdullah RopariAppendix to Discrimination Problems of Ahl al-Hadith, Sahiwal, Maktaba Dar al-Hadith, 1972, p. 11
16. Monthly "Muhadith" Lahore, August 1993, p: 160
17. Brief circumstances of Muhaddith Ropri and his family attached to the fatwa of Ahl al-Hadith, 1/17
18. Muhaddith Ropari, Hafiz Abdullah, Preface Asal-ul-Din after Ruku, Lahore, School of Organization of Ahl-e-Hadith, 1963, pp. 3, 4
19. Brief circumstances of Muhaddith Ropri and his family attached to the fatwa of Ahl al-Hadith, 1/17
20. Also
21. Monthly "Muhadith" Lahore, August 1993: p: 160. 161
22. Also: p: 161
23. Also
24. Mashahir al-Islam: 1/240
25. Muhammad Ata Allah Hanif Bhojiani, Brief Situations of Hafiz Abdullah RopariAppendix to Government and Religious ScholarsLahore, Naziriya School, p.79
26. Abdul Majeed Sohdarvi, So Anh Hayat of Maulana Sana Allah Amritsari, Lahore, Maktaba e Qudosita, 1989, p. 286
27. Kamirpuri, Abdul Qadir Roopari, Muzalam Sanai Birkalam Elahi,Amritsar, Aftab Al-Burki Press, p: 7
28. Weekly 'Tanzeem Ahl Hadith', June 1, 1933, Volume 2, Number 7: Page 5
29. Weekly "Tanzeem Ahl Hadith", September 15, 1933, Volume 2, Number 14, Page: 3
30. Monthly "Muhadith" Lahore, August 1993: p: 161. 162
31. Also, p: 162
32. Brief circumstances of Muhaddith Ropri and his family attached to the fatwa of Ahl al-Hadith, 1/18
33. Brief circumstances of Muhaddith Ropri and his family attached to the fatwa of Ahl al-Hadith, 1/20
34. Also: p:16
35. Mashahir al-Islam, 1/274. 275
36. Brief circumstances of Muhaddith Ropri and his family attached to the fatwa of Ahl al-Hadith, 1/20
37. Brief circumstances of Hafiz Abdullah attached to the government and religious scholars, p.: 80